قانونِ شہادت کا اسلامی ضابطہ ءِ اخلاق

ڈاکٹر سید عبدالمالک ☆

اجتماعی زندگی گزارنا انسان کی فطری مجبوری ہے۔ ارسطو نے صحیح کہا ہے کہ ''جو شخص معاشرے سے الگ تھلگ رہتا ہے وہ یا تو دیوتا ہے یا حیوان''۔ مدنی الطبع انسان کے لیے قانون ایک فطری ضرورت ہے کہ اس کے بغیر نظم زندگی کا قیام مشکل ہے۔ ایک منظم اجتماعی زندگی کے قیام واستحکام کی خاطر عدل وانصاف پر مبنی قانونی نظام کا وجود ناگزیر ہے۔ حضرت علیؓ کا قول مشہور ہے:

''الملک یبقیٰ مع الکفر ولا یبقی مع الظلم''

یعنی کفر پر مبنی حکومت تو قائم وباقی رہ سکتی ہے مگر ظلم وناانصافی کے ساتھ حکومت ہرگز باقی نہیں رہ سکتی۔

ارسطو نے عدل کو قوامِ عالم قرار دیا۔ اسی طرح مثل مشہور ہے ''العدل اساس الملک'' یعنی ملک و سلطنت کی بنیاد عدل ہے لیکن عدل کی اساس قانونِ شہادت ہے۔ کسی بھی نظام قضاء میں ''قانون شہادت'' کو وہی مقام حاصل ہوتا ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کو ہے۔ کیونکہ قانون شہادت ہی کی بنیاد پر ہر طرح کے مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔

اسلامی قانون شہادت اپنی بنیادی اصطلاحات اور اساسی تصورات کے اعتبار سے مروجہ قوانین شہادت سے مختلف ہے۔ اسلامی قانون میں شہادت کے لیے کڑا معیار مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں تزکیۃ الشہود کا نظام ہے۔ اس سے مراد وہ کاروائی ہے کہ جس کے ذریعے عدالت گواہ کو اہل یا نااہل قرار دے۔ اگر کوئی گواہ جھوٹا ثابت ہو جائے تو اس کے لیے سخت سزا مقرر ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی قانون شہادت میں گواہوں کا نصاب بھی مقرر ہے یعنی یہ پہلے سے طے شدہ ہے کہ کسی جرم یا دعوے کے اثبات کے لیے کتنے گواہوں کا ہونا شرط ہے۔ مزید برآں اسلامی قانون میں شہادت کی بنیادی شرائط بھی مذکور ہیں۔ اس کے برخلاف مروجہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

قانون شہادت میں شہادت کا کوئی معیار مقرر نہیں ہے اور نہ ہی بالعموم جھوٹی گواہی دینے پر عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔ نتیجتاً عدالتوں میں ہر وقت پیشہ ور گواہوں کی ایک بھیڑ لگی رہتی ہے جس کا ذریعہ معاش ہی جھوٹی شہادت ہے۔ اس فعل شنیع میں وکلاء بھی ملوث ہوتے ہیں جو جھوٹے گواہوں کو تیار کرتے ہیں اس طرح جھوٹے مقدمات جتوائے جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں لوگوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ پس اس سے اسلامی قانونِ شہادت کے نفاذ کی اہمیت اجاگر ہوگئی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی قانون شہادت کو از سرنو مدون کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن (چیئر مین) کے زیر صدارت قانونِ شہادت کا جو مسودہ تیار کیا تھا اس کے نفاذ کی صورت میں ہی اسلامی نظام عدل و قضاء کے ثمرات و برکات حاصل ہو سکتے ہیں۔

شہادت کے لغوی معنی

ابن منظور نے شہادت کا لغوی مفہوم یوں بیان کیا ہے:

''والشهادة خبر قاطع''(۱)

''شہادت خبر قاطع کو کہتے ہیں''

شہادت کی فقہی واصطلاحی تعریف

بتصریح امام راغب:

''الشهود و الشهادة الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيرة''(۲)

''وہ بات جو کامل علم ویقین سے کہی جائے خواہ وہ علم مشاہدہ بصر سے ہوا ہو یا بصیرت سے''

صاحب ہدایہ نے شہادت کی اصطلاح یوں بیان کی ہے:

''وفي اصطلاح اهل الفقه عبارة عن اخبار صادق في مجلس الحكم بلفظ الشهادة''(۳)

''اصطلاح فقہ میں شہادت کی تعریف یہ ہے۔ مجلس قضاء میں لفظ شہادت کے ساتھ وہ سچی خبر بیان

کرنا (جومشاہدہ سے حاصل کی گئی ہو)''

مجلّہ میں شہادت کی تصریح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''یلزم ان یکون الشهود قد عانیت بالذات المشهود به وان یشهد علی ذلک الوجه ولا یجوز ان یشهد با سماع ''(۴)

''گواہ پر لازم ہے کہ جس چیز کی گواہی دے اسے اس نے خود دیکھا ہو اور اپنی گواہی میں یہی کہے۔ اور یہ جائز نہیں کہ محض شنید کی اساس پر گواہی دے''

حاصل کلام یہ کہ لغت میں شہادت ''خبر قاطع'' کو کہتے ہیں ایسی خبر جو مشاہدہ اور معائنہ سے حاصل ہو نیز شہادت کے لیے ضروری ہے کہ یقین کامل کے ساتھ دی جائے خواہ وہ بصارت سے حاصل ہو یا بصیرت سے۔

گواہی میں للّٰہیّت

گواہی فقط اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہیے۔ خواہ وہ کسی کے برخلاف کیوں نہ ہو کیونکہ یہ ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے اس معاملے میں انسان کو چاہیے کہ وہ غیر جانب دار رہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یا یها الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء للّٰه
ولو علی أنفسکم أو الوالدین والأقربین إن یکن غنیاً
أو فقیراً فاللّٰه أولیٰ بهما. فلا تتبعوا الهویٰ أن تعدلوا و
إن تلوا أو تعرضوا فإن اللّٰه کان بما تعملون خبیراً﴾(۵)

''اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے، اللہ کے واسطے گواہی دینے والے رہو، اگرچہ اپنی ہی ذات پر ہو یا والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو۔ وہ شخص اگر دولت مند ہے یا غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے۔ پس تم خواہش نفس کا زیادہ اتباع نہ کرنا، کبھی تم حق و انصاف سے ہٹ جاؤ، اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں''۔

ایک اور مقام پر فرمانِ الٰہی ہے:

﴿و اقیموا الشھادۃ للہ﴾(۶)

''اور اللہ کے لیے شہادت قائم کرو''۔

فتاوی عالمگیری میں ہر طرح کے نفع ونقصان سے بالاتر ہوکر فقط اللہ تعالیٰ کے واسطے گواہی دینے کا ذکر ہے:

''وان یشھد للہ تعالیٰ ولا یجر الشاھد الی نفسہ مغنما ولا یدفع عن نفسہ مغرما''(۷)

''اور فقط خالص اللہ جل جلالہ کے واسطے گواہی دے اور اس کو کچھ حصول نفع یا دفع ضرر کی غرض نہ ہو''۔

الغرض گواہ کو چاہیے کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے گواہی دے اسے کوئی لالچ یا خوف لاحق نہ ہو۔

چشم دید گواہی

گواہی چشم دید ہونا چاہیے۔ محض سنی سنائی بات کی اساس پر شہادت دینا کسی طرح بھی معتبر نہیں۔ چنانچہ حدیث نبویؐ ہے:

''عن ابن عباس قال :ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یشھد بشھادۃ فقال: اما انت یا ابن عباس فلا تشھدالا علی امر یضئی لک کضیاء ھذہ الشمس و اومی رسول اللہ الی الشمس''(۸)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں گواہی دینے والے اشخاص کا ذکر ہو رہا تھا، آپؐ نے فرمایا: مگر اے ابن عباسؓ! اگر تم کبھی گواہی دینے لگو تو صرف ایسی بات کی گواہی دینا جو تمہارے سامنے اس طرح روشن ہو جس طرح سورج کی روشنی آرہی ہے اور یہ ارشاد فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے سورج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا''۔

گواہی میں صاف گوئی

شہادت میں صاف گوئی شرط ہے۔ گواہ کو چاہیے کہ بات کو صاف بیان کرے اور اس میں کوئی بات نہ چھپائے۔ جیسا کہ فرمان ربانی ہے:

﴿یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ و قولو ا قولاً سدید اً﴾(۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو''۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولا تلبسوا الحق با لباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون﴾(۱۰)

''سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ اور جانتے بوجھتے حق کو مت چھپاؤ''

کتمانِ شہادت کا وبال

اسلامی قانونِ شہادت کی رو سے گواہی ادا کرنے سے پہلوتہی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے اس کا قلب گناہ گار ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ ، واللہ بما تعملون علیم﴾(۱۱)

''اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شخص شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے بخوبی واقف ہے جو تم کرتے ہو''

سید قطب اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہاں کتمان شہادت کے گناہ کی دل کی طرف نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ دل ہی میں گناہ کے جذبہ کو مخفی رکھا جاتا اور شہادت کو چھپایا جاتا ہے گویا گناہ اور کتمان شہادت دونوں کا عمل دل کی گہرائیوں میں پروان چڑھتا ہے اور پھر اس کے بعد اس گناہ کی سزا کا ذکر بھی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو کتمان شہادت کا مرتکب ہو وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا'' (۱۲)

تفہیم القرآن میں زیر نظر آیت کریمہ کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ نے گواہی میں صحیح واقعات کے اظہار سے پہلو تہی کو کتمان شہادت کے برابر قرار دیا ہے۔

''شہادت دینے سے گریز کرنا، یا شہادت میں صحیح واقعات کے اظہار سے پرہیز کرنا، دونوں پر ''شہادت چھپانے'' کا اطلاق ہوتا ہے''۔(۱۳)

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر کتمان شہادت کو بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿و من اظلم ممن کتم شهادة عنده من الله﴾(۱۴)

''اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی گواہی کو جو اس کے پاس ہے چھپائے اور اللہ تعالیٰ اس عمل سے غافل نہیں جو تم کر رہے ہو''۔

یہاں یہ مسئلہ وضاحت طلب ہے کہ خالص حقوق العباد کے امور میں شہادت کو چھپانا جھوٹی گواہی دینے کے مترادف ہے البتہ خالص حدود اللہ کے معاملات میں گواہی نہ دینے کی گنجائش ہے۔ تاکہ ملزم سخت سزا سے بچ سکے۔

بہترین گواہی

سب سے بہتر گواہ وہ ہے جو اپنی گواہی کو پوچھنے اور بلائے جانے سے پہلے ہی ادا کرے چنانچہ حدیث نبویؐ ہے:

''عن زيد بن خالد الجهنى ان النبى صلى الله عليه وسلم قال الا اخبركم بخير الشهداء الذى ياتى بشهاد ته قبل ان يسئلها''(۱۵)

''زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو بتلاؤں بہتر گواہ کون ہے؟ جو اپنی گواہی پوچھنے سے قبل ہی ادا کرے''۔

بقول امام مالکؒ :

''قال ابو دانو د قال مالک الذى يخبر بشهادته ولا يعلم بها الذى هى له''(۱۶)

''ابوداؤد نے کہا کہ امام مالکؒ نے فرمایا: بہترین گواہ وہ ہے جو اپنی گواہی ظاہر کردے اور

اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ گواہی کس کو فائدہ دے گی"۔

عمدۃ القاری میں لکھا ہوا ہے:

"الشاھد ایضاً یحضر مجلس القاضی و مجلس الواقعۃ و معنا ھا شرعا اخبار عن مشاھدۃ و عیان لا عن تخمین و حسبان" (۱۷)

"گواہ وہ شخص ہے جو کسی واقعہ کو دیکھنے کے بعد عدالت میں یا ان لوگوں کے سامنے جو عدالت کی طرف سے مجاز ہوں حاضر ہو کر سچا بیان دیں"۔

گویا بہترین گواہ وہ ہے کہ جو کچھ اس نے دیکھا یا سنا ہو وہ پوچھے بغیر خود عدالت میں حاضر ہو کر بیان کر دے۔

شہادت کا معیار

اسلامی قانون میں شہادت کا معیار دیگر قوانین کے نظام ہائے شہادت سے یکسر مختلف ہے۔ اس میں شہادت کا کڑا معیار مقرر ہے۔ عصرِ حاضر کے مفکر محمد متین ہاشمیؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

"دیگر نظام ہائے عدل میں ہر للو پنچو شہادت دینے کا مجاز ہے خواہ اس کا ذاتی کردار کتنا ہی گھناؤنا کیوں نہ ہو۔ صرف ضروری ہے کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں ہو اور خود اپنی بات کو جو وہ ادائے شہادت کے وقت منہ سے نکال رہا ہے، سمجھتا ہو۔ لیکن اسلامی نظامِ عدل میں شہادت کا کڑا معیار مقرر کیا گیا ہے"۔ (۱۸)

ویسے تو اسلامی قانون شہادت اپنے مزاج اور ہیئت کے اعتبار سے بہت سے امور میں جدید قوانین شہادت سے مختلف ہے لیکن دو بنیادی خصوصیات ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے پہلے قانون کو دوسرے قوانین پر امتیاز حاصل ہے جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نصاب شہادت ۲۔ تزکیۃ الشھود

اسلامی قانون شہادت میں گواہوں کا با قاعدہ نصاب مقرر ہے یعنی یہ پہلے ہی سے طے شدہ ہے کہ کسی جرم یا دعویٰ کے اثبات کے لیے کم از کم کتنے گواہوں کا ہونا شرط ہے۔ اس کے علی الرغم جدید قوانین شہادت میں اس طرح کا نصاب شہادت نہیں پایا جاتا۔

اسلامی قانون شہادت میں گواہوں کے حالات اور ان کے چال چلن کے بارے میں خفیہ اور اعلانیہ تفتیش کی جاتی ہے کہ آیا وہ سچے ہیں یا جھوٹے؟ یعنی عدالت شاہد کے شہادت دینے کے بعد تزکیۃ الشہود کی کاروائی عمل میں لائے گی۔ حدود و قصاص کے مقدمات میں تزکیۃ الشہود شرط ہے، خواہ مشہود علیہ گواہ کے عادل ہونے پر معترض نہ ہو۔ البتہ حدود و قصاص کے سوا باقی تمام امور میں تزکیۃ الشہود اس صورت میں کیا جائے گا جب کہ فریق مخالف اس کا مطالبہ کرے۔ تزکیۃ الشہود اسلامی قانون شہادت کی ایک ایسی نمایاں ترین خصوصیت ہے کہ جس سے جدید قوانین شہادت یکسر عاری ہیں جیسا کہ عصر حاضر کے قانون دان جسٹس تنزیل الرحمٰن نے صراحت کی ہے۔

''لیکن میرے نزدیک اسلامی قانونِ شہادت کے سلسلے کی نمایاں ترین خصوصیت یہ ہے کہ گواہ کے چال چلن کی تحقیقات کی جاتی تھی کہ آیا وہ قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ اس اصول کو شرعی اصطلاح میں ''تزکیۃ الشہود'' کہا جاتا ہے۔ اس کا وجود عہدِ نبویؐ میں ملتا ہے۔ خلافت راشدہ میں اس کو بہت ترقی ہوئی اور تحقیقات خفیہ بھی کی جانے لگیں۔ چنانچہ محکمہ قضاء میں گواہوں کے علیحدہ رجسٹر ترتیب دیے جاتے تھے''۔(۱۹)

شرائط شہادت

موانع شہادت کا نہ ہونا

قرابت

شاہد کی گواہی قبول کیے جانے کی شرط یہ ہے کہ کوئی شہادت سے باز رکھنے والا شرعی مانع موجود نہ ہو جیسے قرابت ہے کہ یہ بھی موانع شہادت میں سے ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے:

''قال ولا شهادة الوالد لولده و ولد ه ولا شهادة الولد لا بويه ولا جدا ده ولا صل فيه قوله عليه السلام لا يقبل شهادة الولد لوالده ولا الوالد لولده ولا المراة لزوجها ولا الزوج لا مراته ولا العبد لسيده ولا المولىٰ لعبده ولا الا جير لمن استاجره ولا ن المنافع بين الا ولا دوالا باء متصلة ولهذا لا يجوز اداء الزكوة اليهم فتكون شهادة لنفسه من وجه او

تتمكن فيه التهمة ''(۲۰)

''امام قدوریؒ نے فرمایا: کہ والد کی گواہی بیٹے کے لیے اور بیٹے کی اولاد کے لیے قبول نہ ہوگی۔اسی طرح بیٹے کی شہادت والدین کے لیے اور اپنے اجداد کے لیے قابل قبول نہیں۔اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی اصل حیثیت رکھتا ہے کہ بیٹے کی شہادت والد کے حق میں قابل قبول نہ ہوگی اور نہ باپ کی بیٹے کی حق میں، نہ عورت کی اپنے خاوند کے حق میں اور نہ خاوند کی اپنی زوجہ کے حق میں نہ غلام کی اپنے آقا کے حق میں اور نہ آقا کی اپنے غلام کے حق میں اور نہ نوکر یا مزدور کی اپنے مستاجر کے حق میں''۔

پس اصل شہادت فرع کے حق میں اور فرع کی شہادت اصل کے حق میں قابل قبول نہیں۔اصل اور فرع کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں ضرورت کی بناء پر صرف اس صورت میں قابل قبول ہوگی جب کہ جانب داری کی تہمت کا نہ ہونا یقینی ہو اور معاملہ نکاح، طلاق اور قصاص سے متعلق ہو اور اگر مال سے متعلق ہو تو شاہد اس مال سے مستغنی ہو۔

عداوت

جن لوگوں کے درمیان باہمی عداوت یا کھلا تعصب ہو، ان کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی قابل قبول نہیں۔چنانچہ عبدالقادر عودہ نے لکھا ہے:

''العداوة: وجمهور الفقهاء لا يقبلون شهادة العدو على عدوه اذا كانت العداوة من الشاهد والمشهود عليه فى امر دنيا كالاموال والمواريث و التجارة و نحوها''(۲۱)

''عداوت: جمہور فقہاء کے نزدیک دشمن کی شہادت دشمن کے خلاف مقبول نہیں ہے بشرطیکہ شاہد اور مشہود علیہ کے درمیان دشمنی امر دنیا کے بارے میں ہو، جیسے مال، میراث، تجارت وغیرہ''

عدالت

ایک شرط شہادت یہ ہے کہ گواہ عادل (پارسا) ہو چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

﴿و اشهدوا ذوى عدل منكم و اقيموا الشهادة لله﴾(۲۲)

''اور اپنے میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ ٹھہراؤ اور گواہی ٹھیک اللہ کے واسطے دو''

حدیث نبویؐ ہے:

''عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول اللهﷺ رد شهادة الخائن و الخائنة و ذی الغمر علی اخیه و رد شهادة القانع لأ هل البیت و اجازها لغیرهم''(۲۳)

''عمرو بن شعیب، ان کے والد، ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے خیانت کرنے والے مرد، خیانت کرنے والی عورت اور اپنے بھائی سے بغض و کینہ رکھنے والے کی گواہی کو رد کیا اور اپنے گھر والوں پر قناعت کرنے والے کی گواہی کو گھر والوں کے فائدہ کے لیے رد کیا اور اوروں کے لیے جائز رکھا''

مذکورہ حدیث کی تشریح عبدالقادر عودہ نے یوں کی ہے:

''و یفسر بعض الفقهاء الخیانة بحیث تشمل جمیع ما افترض الله تعالیٰ علی العباد القیام به او اجتنابه من صغیر ذلک و کبیره ، ولا یخضها با مانا ت الناس ، و یؤیدهذا التفسیر بقوله تعالیٰ (انا عرضنا الا مانة علی السموٰ ت والارض والجبال)''(۲۴)

''بعض فقہاء نے مذکورہ بالا حدیث میں وارد خیانت کے لفظ کو ان تمام امور پر مشتمل کیا ہے جو خدا نے فرض کیے ہیں، یا جن سے اجتناب کا حکم دیا ہے، خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، اور یہ کہ یہ خیانت صرف لوگوں کی امانتوں میں خیانت کرنے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اور اس تعبیر کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے۔ (ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا)''

عدالت کی تشریح

چاروں مسالک یعنی حنفی، شافعی مالکی اور حنبلی کے نزدیک عدالت کا مفہوم یہ ہے کہ جو کبائر سے بچنے والا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو، وہ عادل ہے۔

عدالت کے علاوہ ادائے شہادت کی دیگر عام شرائط حسب ذیل ہیں۔

بلوغ، عقل، یادداشت، حریت، بینائی، نطق و گویائی اور اسلام

شہادت اور محدود فی القذف

جس پر بہتان تراشی کا حد نا فذ کیا گیا ہو اس کی گواہی توبہ کے باوجود درست نہیں ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿والذین یرمون المحصنت ثم لم یأتوا بأربعة شهدآء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً﴾(۲۵)

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں اسی (۸۰) درے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو''۔

صاحب ہدایہ نے اس کی تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ولا المحدود فی القذف وان تاب لقوله تعالیٰ ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً ولانه من تمام الحد لکونه مانعاً فیبقیٰ بعد التوبة کا صله بخلاف المحدود فی غیر القذف لان الرد للفسق و قد ارتفع با لتوبة''(۲۶)

''اور محدود فی القذف کی شہادت بھی قابل قبول نہیں ہوتی۔ اگر چہ اس نے توبہ کر لی ہو کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے ''ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو جن پر بہتان لگانے کی وجہ سے حد جاری کی گئی ہو'' دوسری بات یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول نہ کرنا ان کی حد کا تتمہ ہے (کیونکہ بہتان لگانے والے کی حد یہ ہے کہ اسے کوڑے لگائے جائیں اور اس کی شہادت قبول نہ کی جائے) اس لیے کہ شہادت کی عدم قبولیت اس کے لیے بہتان تراشی سے مانع ثابت ہوگی۔ لہٰذا اس کی شہادت رد ہونا توبہ کے بعد بھی باقی رہے گی۔ جس طرح کہ اصل حد بعد میں باقی رہتی ہے۔ بخلاف ان حدود کے جو حد قذف کے علاوہ جاری کی گئی ہو۔ کیونکہ ان حدود میں شہادت کی عدم قبولیت فسق کی بناء پر تھی جو توبہ سے دور ہو چکا ہے''۔

فاسق اور بے مروت کی شہادت

اگر کوئی شخص فسق و فجور میں مبتلا ہو یعنی نا مناسب اعمال جو انسانی وقار، شرافت اور مروت کے خلاف ہو، جو شخص ایسے افعال کا مرتکب ہوگا اس کی شہادت نامقبول ہوگی۔ چنانچہ وہ اعمال و افعال جو مروت

انسانی کے خلاف ہیں، ان کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

پیشہ ور مغنی اور مغنیہ، رقاص اور رقاصہ کی شہادت

پیشہ ور گانے ناچنے والی عورت کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے۔ امام مالکؒ اس سلسلے میں اپنا نقطۂ نظر یوں پیش کرتے ہیں:

''و اما النا ئحة و المغنية و المغنى فما سمعت فيه شيئا الا انى ارى ان لا تقبل شهادتهم إذا كانوا معروفين بذلك''(۲۷)

''نوحہ کرنے والی، گانے والی عورت اور مرد کے بارے میں، میں نے کچھ نہیں سنا لیکن میری رائے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ان امور میں معروف ہوں تو ان کی شہادت قبول نہ کی جائے''۔

علاوہ ازیں صاحب ہدایہ نے لکھا ہے:

''ولا نا ئحة ولا مغنية لا نهما ترتكبان محرماً فانه عليه السلام نهى عن الصوتين الاحمقين النائحة والمغنية''(۲۸)

''نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورت کی شہادت قبول نہیں اس لیے کہ دونوں فعل حرام کی مرتکب ہوتی ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو پرحماقت آوازوں سے ممانعت فرمائی ہے اور وہ دو آوازیں نوحہ کرنے والی عورت اور گانے والی عورت کی آواز ہے''۔

کبوتر باز کی شہادت

جو شخص کبوتر بازی کرتا ہو اس کی گواہی بھی غیر معتبر ہے۔ بتصریح امام کاسانیؒ:

''والذى يلعب با لحمام فان كا ن لا يطيرها لا تسقط عدالته و ان كا ن يطيرها تسقط عدالته لا نه يطلع على عورات النساء و يشغله ذلك عن الصلاة و الطاعات''(۲۹)

''جو شخص کبوتر بازی کرتا ہو اگر وہ ان کو اڑاتا نہیں ہے تو اس کی عدالت ساقط نہیں ہوگی اور اگر وہ ان کو اڑاتا ہے تو اس کی عدالت ساقط ہوگی کیونکہ وہ عورتوں کے ستر پر مطلع ہوتا ہے۔ نیز یہ کھیل اس کو نماز اور دیگر

طاعات سے غافل کرتا ہے''۔

ابن قدامہؒ کو بھی امام کاسانیؒ سے اتفاق ہے:

''والّلاعب باحمام یطیرھا لا شھادۃ لہ''(۳۰)

''کبوتر کے ساتھ کھیلنے اور اسے اڑانے والے (کبوتر باز) کی شہادت بھی قبول نہیں''

استثناء

اگر کوئی محض شوق کے لیے کبوتر رکھے اور اسے نہ اڑائے تو اس کی گواہی معتبر ہے۔ بتشریح امام سرخسیؒ:

''فاما اذا کان یمسک الحمام فی بیتہ یستانس بھا ولا یطیرھا عادۃ فھو عدل مقبول الشھادۃ لان امساك الحمام فی البیوت مباح''(۳۱)

''اگر کسی نے گھر میں محض شوق کے لیے کبوتر رکھا ہوا اور وہ اسے اڑاتا نہ ہو تو وہ عادل اور مقبول الشھادۃ ہے کیونکہ گھر میں کبوتر رکھنا مباح ہے''۔

سودخور، چوسر اور شطرنج باز کی شہادت

سودخور یا نرد اور شطرنج سے جوا کھیلنے والوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی چنانچہ المرغینانی نے اس کی وضاحت یوں کی ہے:

''أو یاکل الربوا اویقامر بالنرد و الشطرنج لان کل ذلک من الکبائر و کذلک من تفوتہ الصلوۃ للاشتغال بھما فاما مجرد اللعب با لشطرنج فلیس بفسق مانع من الشھادۃ لان للاجتھاد فیہ مساغاً''(۳۲)

''یا جو شخص سود خور ہے یا نرد (چوسر) اور شطرنج کے ذریعے جوا کھیلتا ہے اس کی گواہی بھی قبول نہ کی جائے گی کیونکہ سودخوری اور قمار بازی دونوں گناہ کبیرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس شخص کی شہادت بھی مردود ہوگی جو چوسر یا شطرنج کے کھیل میں مصروف رہتے ہوئے نمازوں کو ضائع کر دیتا ہے البتہ (جوئے کے بغیر) خالی شطرنج کھیلنا ایسا فسق نہیں جو شہادت سے مانع ہو۔ کیونکہ اس میں اجتہاد کی کچھ نہ کچھ

گنجائش موجود ہے"۔

بتصریح امام کاسانیؒ:

"و کذلک من یلعب بالشطرنج و یعتاده فلا عدالة له و ان اباحه بعض الناس لتشحیذا الخاطر و تعلم امر الحرب لا نه حرام عندنا لکونه لعبا، ....و کذلک اذا اعتاد ذلک یشغله عن الصلاة و الطاعات فا ن کا ن یفعله احیانا ولا یقامر به لا تنسقط عدالته"(۳۳)

"اوراسی طرح جو شخص نرد (چوسر) کھیلتا ہو اس میں عدالت نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ شخص بھی جو شطرنج کا عادی ہو۔ اگرچہ بعض لوگوں نے جودت اذھان اور امر حرب سیکھنے کے لیے اس کو مباح کہا ہے۔ عدم عدالت کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارے نزدیک حرام ہے کھیل ہونے کی بناء پر، .... اسی طرح جب اس کی عادت پڑ جائے تو یہ نماز اور دیگر طاعات سے غافل کر دیتی ہے اور اگر کبھی کبھی کھیل لیا اور جوا نہ کھیلے تو عدالت ساقط نہ ہوگی (یعنی شہادت مقبول ہوگی)"۔

جواری کی شہادت

اسلامی قانون شہادت میں جواری کی گواہی بھی غیر معتبر ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں درج ہے:

"لا تقبل شهادة المقامر قامر بالشطرنج او بای شئی غیره"(۳۴)

"جواری کی گواہی خواہ اس نے شطرنج سے جوا کھیلا یا کسی اور چیز سے مقبول نہیں ہے"

گالی دینے والی کی شہادت

اپنے اہل وعیال کو گالی گلوچ دینے والے کی گواہی غیر معتبر ہے۔ فتاویٰ ھندیہ میں اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے:

"رجل کا ن یشتم اهله و مما لیکه و اولاد ه ان صدر منه ذلک احیانا لا یؤثر فی اسقاط العدالة لان الانسان فلما یخلو منه و ان کان ذلک

عادة سقطت عدالته ،........ وكذا الشتام للحيوان كدابتة''۔(۳۵)

''ایک شخص اپنے اہل وعیال اور مملوکوں کو گالی دیتا ہے پس اگر کبھی اس سے ایسا امر یعنی برا کہنا صادر ہوتو اس کی عدالت ساقط نہ ہوگی کیونکہ کمتر انسان اس سے خالی بچتا ہے اور اگر اس کی عادت ہے تو عدالت ساقط ہوگی، ......اور یہی حکم اس شخص کا ہے جو اپنے جانور مثلاً گھوڑے کو گالیاں دیتا ہو''۔

غرض یہ کہ گالی گلوچ جس کی عادت ہے اس کی گواہی قابل قبول نہیں کیونکہ بعید از قیاس نہیں کہ وہ گواہی کے معاملے میں بھی غیر محتاط رہے اور اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے۔

بے حیاء کی شہادت

جو شخص بے حیاء ہو اور مکروہ افعال (مثلاً راستہ میں پیشاب کرنا وغیرہ) کا مرتکب ہو اس کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے اس کی تصریح یوں کی ہے:

''ولا من يفعل الافعال المستحقرة كالبول على الطريق ولا كل على الطريق لا نه تارك للمروة و اذا كا ن لا يسحى عن مثل ذلك لا يمتنع عن الكذب فيتّهم''(۳۶)

''جو شخص حقیر وخفیف قسم کے افعال کا ارتکاب کرتا ہے جیسے راستہ میں پیشاب کرنا یا راستہ میں چلتے پھرتے کھانا پینا ایسے شخص کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ایسا شخص مروت، انسانیت اور سنجیدگی سے عاری ہوتا ہے اور جو شخص ایسے مکروہ افعال کے ارتکاب سے نہیں شرماتا تو اسے جھوٹ بولنے میں کہاں شرم آئے گی پس وہ اپنی گواہی میں متہم ہوگا''۔

نئی ایجادات کا غلط استعمال اور شہادت

عصر حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ سے ایسے متعدد مسائل جنم لے چکے ہیں جن کا حل تلاش کرنا ایک اہم قانونی ضرورت اور عصری تقاضا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور میں ایسی متعدد سائنسی ایجادات وجود میں آئی ہیں جن کے غلط استعمال کی بنیاد پر ایسے لوگوں کی شہادت غیر معتبر قرار پاتی ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت اور فقہ میں جن لوگوں کی شہادت کو رد کیا گیا ہے اور جن امور کو فسق و فجور قرار دیا گیا ہے، ان کی حرمت کی

علت دور جدید کی ایجادات کے غلط استعمال میں بھی پائی جاتی ہے مثلاً الیکٹرانک میڈیا یعنی ٹیلی ویژن، ڈش، وی سی آر، کیبل نیٹ ورک، انٹرنیٹ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کو اگر لوگ غلط استعمال کریں، جن سے لوگوں کے اخلاق خراب ہو، جن کے غلط استعمال سے مسلم معاشرے کی تہذیبی وتمدنی، ثقافتی، مذہبی و اخلاقی اقدار و روایات پر منفی اثرات مرتب ہوں۔ ایسے لوگوں کی شہادت کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ کام علماء وفقہاء کا ہے اس لیے وہی اس کے بارے میں ملتِ اسلامیہ کی صحیح فکری رہنمائی کر سکتے ہیں۔

شرابی اور نشہ باز کی شہادت

جو شخص شراب کا عادی ہو اس کی شہادت بھی قابل قبول نہیں چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں درج ہے:

''ولا تجوز شهادة مد من الخمر واراد به الا دمان فى النية يعنى يشرب و من نيتہ انه يشرب بعد ذلك اذا وجده قال شمس الائمة السرخسى و يشرط مع الادمان ان يظهر ذلك للناس او يخرج سكران فيسخر منه الصبيان حتى ان شرب الخمر فى السر لا يسقط العدالة''(۳۷)

''دائمی شراب خوار کی گواہی جائز نہیں ہے یعنی اگر اس نے ایک مرتبہ شراب پی اور اس کی نیت میں ہے کہ اگر پھر پاؤں گا تو پیوں گا تو وہ دائمی شراب خوار ہے اس کی گواہی جائز نہیں ہے اور شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ لوگوں پر ظاہر کرے یا نشہ میں باہر نکلے کہ اس سے لڑکے مسخرہ پن کریں اور بدوں اس شرط کے ایسا نہیں ہے حتیٰ کہ پوشیدہ شراب پینا عدالت کو ساقط نہیں کرتا''

اسی طرح جو شخص دائمی طور پر نشہ کا عادی ہو اس کی گواہی بھی درست نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں لکھا ہوا ہے:

''ولا تجوز شهادة مد من السكر واراده به فى سائر الاشربة سوى الخمر''(۳۸)

''ہمیشہ نشہ میں رہنے والے کی گواہی جائز نہیں ہے اور اس سے مراد شراب کے سوا باقی نشہ ہے''

واضح رہے کہ شہادت کے لیے عقل اور اس کی سلامتی بھی ضروری ہے پس جو شخص مستقل طور پر نشے

کا عادی ہو اور وہ ہر وقت نشے میں ڈوبا ہوا ہو تو نتیجتاً اس کی عقل بھی متاثر ہوگی اس لیے ایسے شخص کی گواہی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا موجودہ دور میں مختلف نشہ آور اشیاء ایجاد ہوئی ہیں۔ مثلاً بھنگ اور چرس کے علاوہ ہیروئن وغیرہ دور جدید کی پیداوار ہیں۔ پس جو شخص دائمی طور پر چرس، افیون اور ہیروئن وغیرہ پیتا ہو اس کی شہادت بھی قابلِ قبول نہیں ہوگی کیونکہ شراب اور مذکورہ نشہ آور اشیاء کی علت مشترک ہے۔ شراب پر قیاس کرتے ہوئے دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی اسلام میں حرام ہے۔ بایں وجوہ شرابی کی طرح نشہ باز کی شہادت بھی درست نہیں ہے۔

قبیلہ اور برادری کی عصبیت کی بناء پر شہادت

جو شخص محض برادری کی عصبیت کی بنا پر گواہی دے تو اس کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی۔ ابن خلیل طرابلسی نے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''و منه العصبية و هو ان يغض الرجل الرجل لا نه من بنى فلان أو من قبيلة''(۳۹)

''انہی میں سے عصبیت بھی ہے اور وہ یہ کہ آدمی کسی دوسرے آدمی سے محض اس وجہ سے بغض رکھے کہ اس کا تعلق بنو فلاں سے یا فلاں قبیلہ سے ہے''

امام شافعی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''و قد جمع الله تعالىٰ الناس با لاسلام و نسبهم اليه فهو اشرف انسابهم (قال) فان احب امرأ فليحب عليه و ان خص امرؤقومه با لمحبة ما لم يحمل على غيرهم ما ليس يحل له فهذا صلة ليست بعصبية و قل امرؤ الا و فيه محبوب و مكروه فا لمكروه فى محبة الرجل من هو منه ان يحمل على غيره ما حرم الله تعالىٰ عليه من البغى و الطعن فى النسب و العصبية و البغضة على النسب لا على معصية الله ولا على جناية من المبغض على المبغض ولكن بقوله البغضه لا نه من بنى فلان فهذه

العصبية المحضة التى ترد بها الشهادة فان قال قائل ما الحجة فى هذا؟ قيل له: قال الله تبارك و تعالىٰ: (المؤمنون اخوة) وقال رسول اللهؐ (وكونوا عباد الله اخوانا)''(۴۰)

''اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اسلام پر جمع کر کے اس کی طرف منسوب کیا ہے تو یہ سب، سب سے اشرف نسب ہے لہٰذا اگر کوئی کسی سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ اس کی بنیاد پر محبت کرے اور اگر کوئی شخص اپنی ہی قوم کو محبت کے لیے مخصوص کرتا ہے اور غیروں پر کوئی ایسی بات عائد نہیں کرتا جو حلال نہ ہو تو یہ صلہ رحمی ہے عصبیت نہیں ہے، ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی بات محبوب ہوگی یا مکروہ مثلاً یہ بات مکروہ ہے کہ کسی آدمی کی محبت میں وہ کسی دوسرے آدمی کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کر دے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مثلاً سرکشی و بغاوت، نسب میں طعن، عصبیت کی وجہ سے کسی سے بغض جو کہ اس وجہ سے نہ ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور نہ ہی اس کا سبب اس کا کوئی اور جرم ہو بلکہ وہ یہ ہے کہ میں اس سے اس وجہ سے بغض رکھتا ہوں کہ اس کا تعلق فلاں خاندان سے ہے یہ وہ محض عصبیت ہے جس کی وجہ سے شہادت کو رد کر دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ''۔

پس اہل عصبیت اور قوم پرستوں کی گواہی قطعاً قابلِ قبول نہیں ہوگی کیونکہ ایسے لوگوں کے نزدیک حق اور باطل کا معیار قوم اور قبیلہ ہے اس غلط نظریہ اپنانے کی وجہ سے وہ لوگ صحیح گواہی نہیں دے سکتے۔ چنانچہ عصر حاضر میں جو لوگ قوم پرستی کی سیاست کرتے ہیں اگر ان کا نقطۂ نظر وہی ہے جو اہل عصبیت کا ہے تو ایسے لوگوں کی شہادت کو بھی فقہاء و مجتہدین چیلنج کر سکتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ عصبیت کی بناء پر صحیح گواہی دینے کی اہلیت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو۔ چونکہ اس میں عدالت نہیں ہوتی اس لیے اس کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔ اسی طرح حرام خور، یتیم کا مال کھانے والے، ظالم حاکم کی تعظیم اور استقبال کرنے والے، فاجر اور لوطی اور بلا عذر گواہی میں تاخیر کرنے والے کی شہادت بھی قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ حاصل کلام یہ کہ جتنے بھی گناہ کبیرہ ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک گناہ کا بھی ارتکاب کرے تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔ اِلّا یہ کہ توبہ کرے اور اگر صغیرہ گناہ کا ارتکاب کرے اور اس پر اصرار کرے تب بھی

یہی حکم ہے کیونکہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے لیکن اگر کوئی ایسی صورت پیش نہ آجائے کہ کوئی عادل گواہ دستیاب ہی نہ ہو اور حقوق ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو فقہاء نے چند شرائط کے ساتھ فاسق (غیر عادل) کی گواہی کو قبول کر لینے کی اجازت دی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۲۳۹/۳

۲۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۰ھ، ص ۲۶۹

۳۔ علی بن ابی بکر المرغینانی، الھدایۃ، مطبع مصطفیٰ الحلبی، ۱۹۶۵ء، ۱۵۳/۳

۴۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ، بیروت، المطبعۃ الادبیۃ، ۱۹۲۳ء، ص ۳۷۹

۵۔ القرآن: ۱۳۵/۴

۶۔ القرآن: ۶۵/۲

۷۔ فتاویٰ ہندیہ، بولاق، ۱۳۱۰ھ، ۴۵۰/۳

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الشھادات، باب التحفظ فی الشھادۃ والعلم بھا، ۱۵۶/۱۰

۹۔ القرآن: ۷۰/۳۳

۱۰۔ القرآن: ۴۲/۲

۱۱۔ القرآن: ۲۸۳/۲

۱۲۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، البقرۃ: ۲۸۳، ۳۳۲/۱

۱۳۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، البقرۃ:۲۸۳، ۲۲۲/۱

۱۴۔ البقرۃ:۲/۱۴۰

۱۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب الاقضیۃ، باب بیان خیر الشھود، ۲/۷۷

۱۶۔ ابوداؤد، السنن، کتاب القضاء، باب فی الشھادات، ۲/۱۵۰

۱۷۔ عینی، عمدۃ القاری، کتاب الشھادات، بیان معناہ، ۱۳/۱۹۱

۱۸۔ محمد متین ہاشمی، اسلامی نظام عدل کا نفاذ، مشکلات اور ان کا حل، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ت ن، ص ۱۸، ۱۹

۱۹۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، اسلام کا نظام عدل، منھاج، لاہور، ج ۱ شمارہ ۴، اکتوبر ۱۹۸۳ء، ۱/۷۶، ۷۷

۲۰۔ مرغینانی، الھدایۃ، ۳/۱۶۰

۲۱۔ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۲/۴۰۸

۲۲۔ القرآن: ۲/۶۵

۲۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب القضاء، باب من ترد شھادۃ، ۲/۱۵۱

۲۴۔ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی، ۲/۴۰۲

۲۵۔ القرآن: ۴/۲۴

۲۶۔ مرغینانی، الھدایۃ، ۳/۱۶۰

۲۷۔ امام مالک، المدونۃ الکبریٰ، دار الباز، مصر، ۱۳۲۳ھ، ۵/۱۵۳

۲۸۔ مرغینانی، الھدایۃ، ۳/۱۶۱

۲۹۔ کاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتاب العربی، بیروت۔ لبنان، ۱۴۰۲ھ، ۶/۲۶۹

۳۰۔ ابن قدامۃ، المغنی، عالم الکتب، بیروت، ۱۳۴۸ھ، ۹/۱۷۲

۳۱۔ سرخسی، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ت ن، ۸/۱۳۲۔۱۳۳

۳۲۔ مرغینانی، الھدایۃ، ۳/۱۶۱، ابن نجیم، البحر الرائق، ۷/۹۰

۳۳۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۶/۲۶۹

۳۴۔ علماء کی ایک جماعت (بحکم اورنگ زیب عالمگیر)، فتاویٰ ہندیہ، بولاق، ۱۳۱۰ھ، ۴۶۷/۳

۳۵۔ ایضاً ص ۴۶۸، ابن عابدین، ردالمختار، ۴۲۳/۴

۳۶۔ مرغینانی، الھدایۃ، ۱۶۱/۳

۳۷۔ فتاویٰ ہندیہ، ۴۶۶/۳، ابن نجیم، البحرالرائق، ۸۶/۷، ۸۷

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ ابن خلیل طرابلسی، معین الحکام، الحلبی، ت ن، ص ۸۳

۴۰۔ امام شافعی، الام، دارالمعرفۃ، بیروت۔ لبنان، ۲۰۷/۵

انقلاب

دنیا میں انقلاب باہر سے نہیں اندر سے چلتا ہے اپنے اندر کی تعمیر کرے، اپنے اخلاق درست کرے، اپنا کیرکٹر سنوارے، دنیا کی قومیں خود اس کے آگے جھک جاتی ہیں ہم اگر برا کردار پیش کریں گے اس کے جواب میں دنیا توہین وتذلیل کرے گی۔لیکن اگر ہم وقار، متانت وسنجیدگی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کریں گے تو کیا دنیا کے دماغ میں پھوڑا اٹھا ہے کہ پھر بھی خواہ مخواہ بدگوئی کرے؟ اور اگر اس کے باوجود وہ کرے گی تو اس کا ضمیرا سے ملامت کرے گا۔ وہ کہے گا کہ یہ اس کا مستحق نہیں ہے، یہ سچا آدمی ہے تو اندرونی اخلاق جب اعلیٰ طریق پر ظاہر ہوتے ہیں تو قومیں خود جھک جاتی ہیں۔

حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''جب کوئی قوم میری نافرمانی کرتی ہے، میرے قانون کو چھوڑ دیتی ہے۔ رات دن گناہوں میں اور معصیتوں میں مبتلا ہوتی ہے تو میں دنیا کی اقوام کے دلوں میں اس کی عداوت ڈال دیتا ہوں۔ وہ قومیں کھڑی ہوتی ہیں، انہیں سزا دیتی ہیں۔ تلوار اور ہاتھ سے بھی، دولت وشوکت چھیننے سے بھی، وہ میری طرف سے جلاد کے طور پر کام کرتی ہیں۔ وہ خود کچھ نہیں ہیں میرا حکم چل رہا ہے۔فرمایا اگر یہ تمہیں ناگوار ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر مسلط ہو کر تمہیں تباہ وذلیل کریں۔ انہیں برا بھلا مت کہو میرے سے معاملہ درست کرلو۔ میں ان کے قلوب میں عداوت کی بجائے محبت ڈال دوں گا۔ وہی قومیں جو تمہارے مدمقابل تھیں وہ سرنگوں ہو جائیں گی۔قلوب میرے ہاتھ میں ہیں''۔ (خطبات حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ،۴/۱۰۸)